مقتلِ کربلا کا ہم سفر

حسینی شاعر جناب فضل نقوی صاحب اجتہادی

روحانی قافلے کے پیچھے پیچھے نقش قدم دیکھتا ہوا راستے کے اُتار چڑھاؤ پر نظر کرتا ہوا، کوئی اور بھی چل رہا تھا۔

خوبصورت، متمول، وجیہ اور قدآور عرب، دوش پر بل کھائی ہوئی زلفیں پیشانی پر چمکتا ہوا نشان سجدہ، خدا کا خیال، آئندہ کی منزلوں پر غور وخوض۔ آپ نے پہچانا؟......

یہ زہیر ابن قین ہیں جو حج سے واپس ہوکر اپنے مکان جارہے ہیں۔ مکان نہیں بلکہ اپنے قصر یاقوت میں فروکش ہونا چاہتے ہیں۔

جہاں پر ۷۲ پیاسوں کا قافلہ ٹھہرتا ہے۔ یہ بھی تھم جاتے ہیں مگر کچھ دور۔ جب امام حسینؑ کا قافلہ روانہ ہوتا ہے یہ بھی چلنے لگتے ہیں۔ بالکل اس ستارے کی طرح جس کو اپنی رفتار ختم کرکے چاند کی منزل میں ایک دن ضرور آنا ہے۔

منزل زبالہ سے پہلے امام نے بھی قیام فرمایا۔ اور زہیر قین کا مختصر سا قافلہ بھی تھم گیا۔ دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ یہ کھانا کھارہے تھے کہ امام کے بھیجے ہوئے ایک شخص نے کہا:

''تم کو امام یاد فرمارہے ہیں۔

زہیر قین: مجھ کو؟

نامہ بر: ہاں۔

زہیر قین: کیوں؟

نامہ بر: میں یہ نہیں کہہ سکتا۔

بیوی نے کہا: چپ کیوں ہوگئے؟

زہیر قین: یہی سوچ رہا ہوں کہ آخر مجھے کیوں بلایا ہے؟

بیوی: واہ بھئی واہ۔ فرزندِ رسول یاد فرمائیں اور تم جانے میں تاخیر کرو۔ اٹھو اور جلد جاؤ۔

زہیر قین نے لباس پہنا اور فرزند رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غیب داں امام سے کیا باتیں ہوئیں اس کو کیا جانے۔ مگر جب آئے تو زہیر قین کا چہرہ ان کے نام کی طرح چمک رہا تھا وہ اس شخص کی طرح خوش تھے جس کو ملک یا سلطنت مل جائے۔

بیوی: اب کیا ارادہ ہے؟

زہیر: میرا نام شہداء کی فہرست میں درج ہوگیا۔

بیوی: میرے لئے کیا حکم ہے؟

زہیر: میرا سب مال ومتاع لو۔ اور اپنے قبیلہ میں جاکر آرام سے زندگی بسر کرو۔

بیوی نے کہا: زہیر! امام کی ہمراہی مبارک رہے مگر جنت میں داخل ہوتے ہوئے مجھ کو نہ بھولنا۔

زہیر قین: میں جنت میں تم کو ساتھ لے کر داخل ہوں گا۔

واقعات میں تو ہے اور ذاکرین کی زبان پر بھی یہی

ہے کہ زہیر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ مگر یہ کیسی طلاق ہے جو بیوی کو زندگی کے چندروز کے لئے الگ کر کے جنت میں ہمیشہ کے نکاح پر بدل جاتی ہے۔ اس کو طلاق نہیں بلکہ ایسی ''فرقت'' کہتے ہیں جو ہمیشہ کے وصال کا لباس پہن لیتی ہے۔

ہم سفر ہمیشہ کا ساتھی ہوگیا۔ شمع امامت کے گرد پروانہ وار زہیر نے بھی گردش شروع کردی۔ وہ منزل جس پر حُر اور اس کے لشکر سے ملاقات ہوئی زہیر کے لئے امتحان کی پہلی منزل تھی۔

امامؑ نے لشکر حُر کے سامنے خطبہ اِرشاد کرتے ہوئے فرمایا:

''جو صورت حال پیش آئی ہے۔ وہ تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا سے نیکیاں رخصت ہیں۔ اور اس کا رنگ بدل چکا ہے۔ دنیا میں اس برتن کی طرح کچھ باقی نہیں جس کا پانی بہہ جانے کے بعد کچھ بچ رہے۔ اب تو دنیا کی زندگی زہریلی گھاس سے زیادہ خطرناک ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علٰحدگی اختیار نہیں کی جاتی۔ یہی وہ منزل ہوتی ہے جہاں مومن اپنے خدا کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے۔ میرے نزدیک تو (شہادت) موت نعمت ہے۔ ان ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا وبال جان ہے۔''

یہ سنتے ہی سب سے پہلے زہیر قین نے شاید چند جملے کہے مگر ایسے جو قیامت تک درس حقیقت دیتے رہیں گے۔

فرزند رسولؐ ہم نے آپ کے ارشاد کو دل کے کانوں سے سنا۔ خدا کی قسم اگر دنیا اور اس کی ظاہری دولت ہمیشہ ساتھ رہنے والی نہیں ہے۔ جب بھی آپ کے ساتھ، آپ کی نصرت کرکے شہید ہوجانا دنیا کے ہمیشہ قیام پر ترجیح دیتا۔''

لشکر سے بات بڑھتی گئی۔ کیونکہ حُر نے غاضریہ، نینوا، یا قرب جوار کے تمام قصبات میں قیام منظور نہیں کیا۔ زہیر قین کے تیور پر بل پڑ گئے۔ اور وہ امام کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے آئے۔

''فرزند رسولؐ ان لوگوں سے جنگ کر لینا آسان ہے بہ نسبت اس فوج کے جو ان کے عقب میں آنے والی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لشکر اتنا ہو کہ جس سے تاب مقاومت ہم میں نہ ہو۔

امام نے ارشاد فرمایا: لیکن میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔

زہیر نے کہا بہت بہتر۔ اگر جنگ کی اجازت نہیں ہے تو اس قصبہ کی جانب تشریف لے چلئے جو محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارے بھی ہے۔ اگر انھوں نے روکا تو ہم جنگ کریں گے۔ انھوں نے اس قریہ کا نام سفر بتایا مگر حضرت نے اسے بھی مناسب نہیں سمجھا اور وہیں اتر پڑے جہاں حُر کا اصرار تھا۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ زہیر قین میں ہر لحہ جوش وولولہ اور محبت حسینؑ بڑھ رہی تھی۔ مال ومتاع سے تو وہ پہلے ہی منہ موڑ چکے تھے۔ اب ان کے سامنے حق کا راستہ تھا

اور تلوار۔''

واقعات پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ بھی زہیر کا برابر اور ہر موقع اور منزل پر خاص طور سے خیال فرماتے رہے۔ ہر صفحہ تاریخ کربلا کا زہیر کے واقعات سے چھلک رہا ہے۔ جتنی بھی اہم بات چیت عمر سعد اور حضرت امام حسینؑ سے ہوئی اس میں بھی زہیر پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی زہیر از خود اس کی سعی میں مصروف رہے کہ کسی طرح فرزند رسولؐ کی جان بچ جائے اور صلح کی کوئی صورت بھی نکل آئے۔ چنانچہ ابن سعد نے جب عروہ بن قیس کو امام کی خدمت میں بسلسلۂ گفتگو روانہ کرنا چاہا اور یہ کہا کہ حضرت سے جا کر یہ کہے کہ اس سمت کیوں تشریف لائے؟ اور کیا ارادہ ہے؟ تو عروہ بن قیس نے کہا کہ اس خدمت سے مجھے تو معاف ہی رکھئے اس لئے کہ میں بھی ان لوگوں میں ایک ہوں جنھوں نے حضرت کی خدمت میں کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد کبیر بن عبداللہ (جو انتہائی ظالم وخونخوار قسم کا انسان نما جانور تھا) نے پیغام لے کر امام کی خدمت میں جانا منظور کرلیا۔ اور جب اس نے آنے کا ارادہ کرلیا تو حضرت ابوثمامہ نے ڈانٹ کر روک دیا اور پھر دوبارہ عروہ بن قیس ہی پیغام لے کر پہنچا۔ زہیر قین نے آگے بڑھ کر فرمایا۔

کیوں آرہا ہے اور کیا کام ہے؟

اس نے جواب دیا عمر سعد کا پیغام امام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو آؤں؟''

زہیر نے تیور بدلتے ہوئے کہا پہلے اپنے تمام ہتھیار کھول کر رکھ دے اس کے بعد امام کی بارگاہ تک جا۔

چنانچہ جب تک زہیر نے عروہ بن قیس کے ہتھیار رکھوانہیں لئے اس وقت تک قدم آگے بڑھانے نہیں دیا۔

اسی طرح نویں محرم کی شام کو جب فوج نے دفعتاً بغیر اطلاع حملہ کر دینا چاہا اور اس وقت حضرت نے ابوالفضل العباس کو بیس سواروں کے ساتھ بھیج کر یہ دریافت کرایا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو تو زہیر قین بھی ہمراہ تھے۔ اور جب فوج کا جواب حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی خدمت میں کہنے گئے تو یہ موقع زہیر کو گفتگو کا مل گیا۔ عروہ بن قیس نے آگے بڑھ کر حبیب ابن مظاہر کو دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم ہر موقع پر اپنی تعریف کرتے ہو کہ میں بہت بڑا عابد وزاہد ہوں زہیر قین کو عروہ کی اس بدتمیزی پر غصہ آگیا اور بجائے حبیب ابن مظاہر کے انھوں نے جواب میں کہا کہ:

مگر اس میں شک کاہے کا۔ بیشک حبیب کے نفس کو خدا ہی نے قابل تعریف بنایا ہے اور ان کی رہنمائی کی ہے اے عروہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو جو گمراہی کا جھنڈا اونچا کررہی ہو اور پاکیزہ نفوس کو قتل کرتی ہو۔

عروہ نے زہیر سے کہا: ''تم تو عثمانی گروہ میں تھے۔

زہیر نے کہا: اب اس وقت تم مجھے حسینؑ کی جانب دیکھ کر سمجھ لو کہ میں کس کا شیعہ ہوں؟ خدا کی قسم نہ میں نے

حسینؑ کو کوئی خط لکھا نہ قاصد بھیجا اور نہ نصرت ہی کا وعدہ کیا تھا۔ راستہ میں اتفاق سے میرا اور ان کا ساتھ ہو گیا۔ جب میری نظر امام کے روئے مبارک پر پڑی تو مجھے رسول اللہ یاد آ گئے اور جب مجھے معلوم ہوا کہ امام مصیبت میں ہیں تو میں نے طے کر لیا کہ مجھے ان کی مدد کرنا چاہئے اور ان کی جماعت میں داخل ہو کر ان کی جان پر اپنی جان نثار کر دوں۔ خدا اور رسولؐ کے اس حق کو ادا کرنے کے لئے جسے تم لوگوں نے ضائع اور برباد کر دیا ہے۔

زہیر قین کے وہ الفاظ بھی قیامت تک زبان دل سے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے جو انھوں نے شب عاشور امام کا خطبہ سن کر ارشاد فرمائے اور حضرت حجتؑ نے زیارتِ ناحیہ میں ان الفاظ کا حسب ذیل جملوں میں اعادہ فرمایا ہے۔

''میرا اسلام ہو ان زہیر قین پر جنھوں نے امام مظلوم کے ساتھ چھوڑ دینے کی اجازت پانے کے بعد کہا تھا کہ

''خدا کی قسم مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ فرزند رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر اور خود بچ کر چلا جاؤں۔''

جب امامؑ نے شب عاشور اپنے بھتیجے حضرت قاسمؑ کے جواب میں شیر خوار علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دی اور اصحاب میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اس وقت حبیب اور زہیر قین کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ امام مظلوم کی شہادت کے بعد کیا دنیا امام سے خالی ہو جائے گی۔ اس لئے حبیب اور زہیر قین نے چوتھے امام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا کہ

''اے آقا ہمارے سید و سالار (علیؑ بن الحسین) کا کیا حال ہوگا؟ امام حسینؑ نے جواب دیا کہ خدا میری نسل کو قیامت تک باقی رکھے گا۔ سید سجاد کو دشمن قتل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو آٹھ امام کے باپ ہیں۔''

یہ تھا جذبۂ رفاقت و ہم سفری جو زہیر قین سے محبت حسینؑ کی چھاؤں میں ہر موقع پر ظاہر ہو رہا ہے۔

عقیدت کے ماتحت اس واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے جو حضرت عباسؑ اور زہیر قین کی گفتگو پر منحصر ہے۔ یعنی اپنی ذات یا دیگر اصحاب کو جوش دلانے کا خیال تو بعد کی مثال ہے۔ یہ انتہا ہے کہ زہیر قین حضرت عباسؑ کو ان کی فرض کی یاددہانی کر رہے ہیں اور حضرت عباسؑ جوش شجاعت میں وہ انگڑائی لیتے ہیں کہ فرس کی لجامیں ٹوٹ جاتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ زہیر قین مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ ایسی جنگ کروں گا کہ قیامت کی صبح تک دنیا یاد کرے گی۔ کیا زہیر نہ جانتے تھے کہ حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے بعد شہیدوں میں سب سے فضیلت رکھتے ہیں لیکن یہ ایمان کی وہ آخری منزل ہے جہاں زہیر قین کی نگاہیں صرف اپنا یا اپنے ساتھیوں کا فرض دیکھ سکتی ہیں اور بس۔

یہ تھا وہ حسینؑ کا ہم سفر، جس نے اپنی ہر سانس میں دنیا کو درس عمل دیا اور بتا دیا کہ انسان وہی ہے جس کی زبان اس کے دل کی اطاعت کرتی رہے۔

❁❁❁